پرکاش بھگوان گوپی ناتھ

(حصہ اُردو)

صلاح کار

پران ناتھ کول

ترتیب وتہذیب:

ڈاکٹر پریمی رومانی

معاون:

ڈاکٹر دلیپ کمار شرما

ناشر

جگت گورو بھگوان گوپی ناتھ فاونڈیشن، اُوتم نگر نئی دہلی

بھگوان گوپی ناتھ جی کی شخصیت

۱۹ویں صدی کے آخری دہے میں بعض ایسی شخصیات نے جنم لیا جنھوں نے اپنے تجربات سے مختلف شعبوں میں اِنقلاب برپا کیا۔ بھگوان گوپی ناتھ جی نے بھی اسی مقدس دہے میں جنم لیا۔ ان کے والد پنڈت نرائن جو ایک منفرد انداز کے مذہبی آدمی تھے۔ ان کی شخصیت دُنیاوی چیزوں کے لالچ سے مبّرا تھی۔ اُنھوں نے بھانہ محلّہ میں اپنی تمام موروثی جائیداد اپنی سوتیلی ماں اور اس کے بچوں کو عطا کی تھی اور خود بھانہ محلّہ میں پنڈت شیو جی خیبری کے مکان میں رہائش کرنے لگے۔ خاندان کے تمام افراد کے علاوہ ان کے ساتھ دس سالہ گوپی ناتھ جی بھی تھے۔ اُن کی دو اور نرینہ اولاد تھی۔ پہلی اولاد غیر شادی شدہ تھی اور انھوں نے اپنی تمام عمر کنوارے پن میں گزاری۔ وہ کسٹم وایکسائز کے دفتر میں ملازم تھے اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکے اور ۱۹۴۶ء میں اس دنیا کو خیر باد کہا۔ ان کی دوسری اولاد کو بر برشاہ کے کاک خاندان نے گود لیا تھا۔ اگرچہ ان کی شادی ہو چکی تھی لیکن بدقسمتی سے ان کی بھی کوئی اولاد نہ ہوسکی۔ وہ ریاست کے پی ڈبلیو ڈی محکمے میں ایک ڈرافٹس مین کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۶۴ء میں ہوا۔ ان میں ایک اور اہم بات یہ پائی جاتی تھی کہ انھوں نے اپنے خاندان کی مذہبی روایات برقرار رکھیں۔ وہ دن رات غریبوں، مفلسوں اور لاچاروں اور بیماروں کی خدمت گزاری میں مصروف رہتے تھے۔ ان کی موت کے وقت بھگوان جی نے یہ معنی خیز جملہ کہا تھا: ''وہ بھگوان کے پاس چلے گئے اور اس لیے اس میں کوئی حیرانی نہیں تھی کہ انھوں

نے اپنا شریر چھوڑ دیا۔'' اس طرح سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ بھی روحانی طاقت رکھتے تھے اور اعلیٰ مرتبہ کے گیانی تھے۔ ان میں ایک خاص قسم کے گرہستی سادھو کے تمام اوصاف موجود تھے۔

شریمتی ہارمال بھگوان جی کی والدہ پنڈت پرساد جو پارمو کی بیٹی تھی جو سری نگر کے سکہ ڈافر علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں بھی ایک پہنچے ہوئے سادھو کے تمام اوصاف پائے جاتے تھے۔ وہ اور جمنا گری کے سوامی آنند جی شوپیاں سے تعلق رکھنے والے ایک ہی گورو کے چیلے تھے۔ پنڈت پارمو اتنے اونچے درجے کے سنت تھے کہ انھیں ''زڈ برتھا'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ نام ان کو پرانوں کے سادھو زڈ برتھا کے نام پر تفویض کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لا اولاد تھے، اس لیے انھوں نے مادھو جو کے نام سے ایک بچّے کو گود لیا تھا۔ ایک دن انہیں تولہ مولہ کے تیرتھ استھاپن میں سادھی کے دوران ان کے خیالوں میں شری راگنیا بھگوتی آ گئی اور بچہ گود لینے پر شدید قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ وہ خود ان کے گھر میں جنم لینا چاہتی تھی۔ ہارمال نے اسی لیے ان کے گھر میں جنم لیا تھا کہ انھیں بھگوان جی کو جنم دینا تھا۔ یہ تصورات ۷اویں صدی کے سادھوؤں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ پنڈت مادھو جی دھر نے ایسی ہی لڑکی کی پیدائش کے لیے بھگوتی شاریکا کی شرن میں آ کر بھیک مانگی تھی۔ جب ان کی پرارتھنا قبول ہوئی تو اس کے بعد ان کے گھر میں ایک لڑکی نے جنم لیا جس کا نام الکھ شری رکھا گیا جنھیں عوام روپ بھوانی کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ وہ بھگوان جی کے ہم عصر صوفیوں اور سنتوں میں منفرد مقام رکھتی ہیں۔ انھوں نے ریشی اپدیش کو عام کیا۔ اس کے بعد بھگوان جی کے نانا شری پارمو کے ہاں دو لڑکیاں بدر دید اور زپر دید اور دو لڑکے بھگوان داس اور دمہ کاک پیدا ہوئے۔ اس دور میں ان کے گھر میں ست سنگ اور روحانی محفلوں کا انعقاد معمول بن گیا تھا۔ پرشاد جو پارمو نے اپنی چھوٹی بیٹی زپر دید کو جپ یوگا کی تربیت دلائی۔ اس طرح انھوں نے صرف برس کی عمر میں ہی روحانی طاقت حاصل کر کے سنتوں اور سادھوؤں کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ ان کا بیٹا پنڈت بھگوان داس پارمو بھگوتی شاریکا کا بھکت بن گیا۔ وہ روزانہ ہاری پربت کی پری کرما دینے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ان کے گھر میں ایک خاص قسم کے یوگا کی تربیت ہر روز دی جاتی تھی۔ وہ ہاری پربت کے دامن میں واقع پکھری بل بھی جایا کرتے تھے اور شام کو کاٹھی دروازے کے راستے سے واپس گھر لوٹنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ پکھری بل کا چشمہ سال میں دو بار صاف کیا جاتا تھا۔ گوپی ناتھ جی جو ان دنوں نوجوان تھے، اس کام کو خود اپنے ہاتھوں میں لیا کرتے تھے۔ وہ چشمے کی نچلی تہہ سے کیچڑ، سڑے ہوئے پھول اور روزانہ پوجا ارچنا کے دوران دیوی کی نذر کی گئی باقی چیزوں کو بھی سلیقے سے رکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ پوتر استھاپن اور مندر میں داخل ہو کر یگیہ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا کرتے تھے۔ ان تمام باتوں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بھگوان جی بچپن سے ہی مذہبی کاموں سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ بھگوان جی کی والدہ ایک مذہب پرست خاتون تھیں۔ وہ یوگ آسن سے خاص دلچسپی رکھتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے جس خاندان میں شعور کی آنکھ کھولی وہ صوفیوں، سادھوؤں اور سنتوں کا خاندان تھا۔ خود بھگوان جی کی نانی اماں راگنیا بھگوتی کا روپ سروپ تھیں۔ ان کے نانا جی، ماما اور مامی تمام صوفی عقیدے کے حامی تھے۔ ان کے گھر میں ہمیشہ بھجن کیرتن ہوتے تھے اور

خاص موقعوں پر سنت سنگ کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس طرح سے ان کے گھر کا ماحول اور بھی پوتر اور پاک بن گیا تھا۔ خود بھگوان جی جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہاں کا ماحول بھی صوفیانہ تھا۔ ان کے بڑے بھائی اپنی تمام عمر روحانیت کی تعلیم و تربیت سے سرشار رہے تھے۔ بھگوان جی کا چھوٹا بھائی سادھوؤں کی سیوا میں ہر دم لگا رہتا تھا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ ہمیشہ دھرم سادھنا کے اصولوں پر قائم و دائم رہے۔ انھوں نے اپنا سارا بچپن دیوتاؤں کی خدمت گزاری میں بسر کیا۔ وہ اپنے گھریلو معاملوں میں زیادہ دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی ہی دُھن میں مست رہتے تھے۔ انھوں نے نہ صرف گھریلو کاموں کو تیاگ دیا تھا بلکہ کھانا پینا بھی ترک کر دیا تھا۔ یہ سلسلہ ان کی آخری عمر تک جاری رہا۔ یہ صرف المثل کیا خوب ہے کہ: ''آنے والے واقعات اپنے آثار پہلے ہی نمایاں کر دیتے ہیں۔''

خاندانی روایات نے ان میں روحانیت کا بیج ان کے بچپن میں ہی بویا تھا لیکن اُن کی طرف نہ تو کسی نے توجہ کی اور نہ ہی اُنھوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ وہ اپنی ہی دُنیا میں مست رہتے تھے۔ دھیمی آواز میں بولنا اور بہت کم بولنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ جو بھی بات انہیں لوگوں تک پہنچانی ہوتی، وہ براہِ راست ان سے رجوع نہیں کرتے بلکہ اشاروں اور کنایوں میں اپنی بات کہتے تھے۔ یا پھر ان کے چہرے پر وہ بات خود بہ خود ظاہر ہو جاتی تھی۔ بھگوان جی کی دو بہنیں تھیں۔ ان کی بڑی بہن کا نام دیو مالی تھی۔ وہ عین جوانی میں وِدھوا ہو گئیں۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ ان کی قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ وہ جلد ہی گھریلو پریشانیوں سے دست بردار ہو کر بھگوان جی کے کاموں میں جُٹ گئیں۔

اس وقت بھگوان جی اپنے پورے روحانی جلال میں تھے۔ انھوں نے اپنی اس وِدھوا بہن کی رہنمائی کرنا اپنا اوّلین فرض سمجھا۔ ان کی بہن بھی زندگی کی آخری سانسوں تک بھگوان جی کی حامی بھرتی رہیں۔ وہ ۱۹۶۵ء میں انتقال کر گئیں۔ بھگوان جی کو ان کے جانے کا صدمہ عمر بھر رہا۔ کیوں کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ہمراہ ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ جب بھی بھگوان جی مختلف سنتوں اور سادھوؤں سے ملاقات کرتے تھے تو ان کی بہن کا اس محفل میں شامل ہونا لازمی ہو جاتا تھا۔ دیو مالی کی بڑی بیٹی شریمتی کملا جی کی شادی پنڈت شیام لال ملہ کے ساتھ رچائی گئی۔ ان کے ہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں۔ وہ چندر پورہ میں رہائش کرتے تھے۔ جہاں بھگوان جی نے اپنی زندگی کے آخری گیارہ سال گزارے تھے۔ دیو مالی کی دوسری بیٹی چاندا جی کی شادی پنڈت مادھو جو سے رچائی گئی تھی۔ بھگوان جی نے ۱۹۵۶ء سے پہلے کا کچھ عرصہ انہیں کے ہاں گزارا تھا۔

اُردو شاعری میں کشمیری پنڈتوں کا حصّہ

پریم ناتھ پردیسی

قسط: ۷ — ڈاکٹر پریمی رومانی

پریم ناتھ پردیسی کشمیر کے اوّلین افسانہ نگار تصور کیے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے رپورتاژ بھی لکھے اور ڈرامے بھی، وہ ادبِ لطیف لکھنے میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے اور اُن کی شاعری بھی قابلِ مطالعہ ہے۔ لیکن اصل میں وہ اُردو افسانے کے مردِ میدان تھے اور اُردو کی اسی محبوب صنف میں اُنھوں نے اپنا نام پیدا کیا۔

پریم ناتھ پردیسی کا خاندانی نام پریم ناتھ سادھو تھا۔ بچپن میں اُنہیں مدھوسودھن کے نام سے پکارتے تھے۔ اُن کے والد کا

نام مہادیو جو سادھو تھا۔ وہ ایک شریف النفس اور مذہب پرست بزرگ تھے۔ پردیسی چھوٹی عمر سے ہی پڑھنے لکھنے سے دلچسپی رکھتے تھے۔ جب وہ آٹھویں جماعت میں پہنچ گئے تو اُنہوں نے شعر و شاعری کا آغاز کیا۔ اسی زمانے میں اُنہوں نے اپنا تخلص رونق اختیار کیا۔

پردیسی نے ابھی بچپن کی دہلیز پر قدم بھی نہ رکھے تھے کہ اُن کے والد اچانک انتقال کر گئے۔ اس طرح سے گھر گرہستی کا سارا بوجھ اُن کے کندھوں پر آن پڑا۔ چنانچہ میٹرک پاس کرنے کے بعد وہ محکمہ کسٹم و اکسائز میں ملازم ہو گئے۔ جہاں اپنی محنت، لگن اور دِلچسپی سے وہ محالدار کے عہدے پر پہنچ گئے۔ ۱۹۴۷ء میں وہ اپنی بے پناہ ادبی صلاحیتوں کے طفیل ریڈیو کشمیر سری نگر میں پروگرام اسسٹنٹ ہو گئے۔ یہاں وہ ریڈیو کے لیے مضامین، افسانے، خاکے اور ڈرامے لکھتے رہے۔ اُن کا ریڈیائی فیچر ''جوانی حملہ'' اُن دنوں کافی مقبول ہوا۔ پردیسی کے ابھی تک تین افسانوی مجموعے ''شام وسحر''، ''بہتے چراغ'' اور ''دُنیا ہماری'' شائع ہو چکے ہیں۔ اُن کا کوئی بھی شعری مجموعہ شائع نہیں ہوا۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پردیسی آغاز میں رونق تخلص کرتے تھے لیکن بعد میں وہ پردیسی کے نام سے لکھتے رہے۔

پردیسی نظم اور غزل دونوں اصناف میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اُن کی شاعری اُس زمانے کے معتبر اخبارات و جرائد میں شائع ہوتی رہی۔ پردیسی ترقی پسند تحریک کے اوّلین معمار تھے۔ اُنہوں نے کشمیر میں اس تحریک کی آبیاری کی۔ اُن کے معاصرین میں محمود ہاشمی، رامانند ساگر، کشمیری لال ذاکر، عبدالاحد آزاد، قیصر قلندر، پران کشور، کنول نین پرواز اور میر غلام رسول نازکی کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ پردیسی نے جنگِ آزادی میں بھی بھرپور حصّہ ادا کیا۔ اُن کا نغمہ ایک زمانے میں زبان زدِ عام تھا ''قدم قدم بڑھیں گے ہم محاذ پر لڑیں گے ہم''

پردیسی کی شاعری میں درد و الم، یاس و حرماں اور تڑپ و گداختگی پائی جاتی ہے۔ اُن کے ہاں غمِ دوراں اور غمِ جاناں کی مُرقّع کاری بھی ملتی ہے۔ جس طرح اُن کے افسانوں کے موضوعات عوام کے موضوعات ہیں اسی طرح اُن کی نظموں میں بھی عوامی پریشانی، اُن کے غم اور اُن کی پریشانیوں کی مرقع کاری ہوتی ہے۔ وہ ایک سچے فن کار تھے اور سچائی سے انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔

نمونۂ کلام:

کب تلک ہو غرور رعنائی — نازشِ حُسن و جامہ زیبائی
تیرے گیسو کی مشکسائی سے — دِلِ رونق ہوا ہے سودائی

....

نگاہِ مست اُن کی خوب پُر تاثیر ہوتی ہے
کہ بیمارِ محبت کے لیے اکسیر ہوتی ہے

....

میرے نصیب غم بے حساب رہنے دے
کہ میری ہستی رہینِ عذاب رہنے دے

....

لیا ہے غم رہینِ پنجۂ عشق بتاں ہو کر
بہت رسوا ہوئے ہیں ہم نشیں ہم نوجواں ہو کر

....

بے نوا یوں ہو گیا ہے کس خیالِ خام میں
کس کی خاطر ہو گیا ہے مبتلا آلام میں

....